چائے

سباس گل

چائے

سباس گل

بات کرتے نہیں جہاں ہمسائے
اس نے مجھ کو وہاں پلائی چائے
پیاس میں تشنگی بجھا جائے
درد کی دوڑ کر دوا لائے

"حد ہوتی ہے یار! یہ گھر ہے یا چڑیا گھر؟" ارتضیٰ جونہی گھر میں داخل ہوا حسب معمول خالہ بی کے پالتو جانوروں نے اس کا سواگت کیا۔

مرغیاں، بطخیں، طوطے، کبوتر، بلی سب پال رکھے تھے۔ اس گھر کے مکین اتنے نہیں ہیں جتنے جانور اس گھر میں ہیں۔ انسان اور جانور کی تمیز ہی ختم ہوگئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ انسان جانور پال رہے ہیں یا جانوروں کے ساتھ انسان پل رہے ہیں؟ جانوروں نے انہیں رکھا ہوا ہے کہ انہوں نے جانوروں کو رکھا ہوا ہے؟"

"شکر کرو کہ تمہیں بھی رکھا ہوا ہے۔" گنا چوستی رابعہ بھی گویا ہوئی۔ اسی وقت ایک بڑی بطخ نے ارتضیٰ کو چونچ ماری وہ بری طرح چلا کر بولا۔

"لوگ چوکیداری اور پہرا داری کے لیے کتا پالتے ہیں انہوں نے اس کام کے لیے بطخیں پال رکھی ہیں۔ کم بخت جہاں جاؤ بنا بھونکے ٹھونگیں مار دیتی ہیں۔"

"تمہیں اعتراض کس بات پر ہے ٹھونگیں مارنے پر یا بنا بتائے ٹھونگیں مارنے پر؟" رابعہ صحن میں بچھی چارپائی پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھی تھی۔ گنے کے چھلکے اور رس سے خالی پھوک سارے صحن میں بکھرے تھے۔ مکھیاں اپنے حصے کا رس چوسنے گنے کے چھلکوں اور پھوک پر بھنبھنا رہی تھیں۔ ارتضیٰ کو یہ نظارہ دیکھ کر شدید کوفت ہوئی۔

"یہ کیا کر رہی ہو؟" وہ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"گنا کھا رہی ہوں۔"

"اپنے اردگرد دیکھو ذرا' کتنا گند پھیلا ہے' چوڑی چمارن نہ ہوتو۔" ارتضٰی منہ بسورتے ہوئے غصے سے بولا۔

"اے' اے تمیز سے بات کرو۔" وہ تنک کر بولتی چارپائی سے اتر آئی۔

"کیا تمیز سے بات کروں؟" وہ غصے سے سینہ تانے اس کے سامنے کھڑا بول رہا تھا۔ اونچا لمبا' بھوری آنکھوں اور گندمی رنگت والا مضبوط جوان تھا۔

"کتا بھی جس جگہ بیٹھتا ہے نا تو اپنی دم سے وہ جگہ صاف کرکے بیٹھتا ہے۔"

"ہاں تو تم بیٹھ جایا کرو نا' جگہ صاف کرکے' تمہیں کس نے روکا ہے؟" وہ ترکی بہ ترکی جواب دیتی اسے تپا گئی۔

"کیا کہا تم نے؟" وہ لڑنے کو اس کے سر پہ چڑھ دوڑا۔

"مجھے گالی دی تم نے' کتا کہا مجھے؟"

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا' پچھلے آدھے گھنٹے سے تم ہی بھونک رہے ہو۔ میری انسلٹ کررہے ہو' میں نے کچھ کہا تم سے۔" وہ بھی تیزی سے بولتی ہوئی اپنا دفاع کرنے لگی۔

"بکواس بند کرو' گندی مکھی۔" اس نے ہاتھ یوں لہرایا جیسے مکھی اڑا رہا ہو۔

"تم تو جیسے کمانڈر سیف گارڈ ہو نا۔" وہ جل کر بولی۔

"پکایا کیا ہے؟" وہ چارپائی پر بیٹھ کر اپنے بوٹ اتارنے لگا۔

"تمہارا بھیجا۔" جواب حسب توقع جلا دینے والا آیا تھا۔

"بھیجا' اب بچا کہاں ہے؟ وہ تو تم پہلے دن ہی چٹ کرگئی تھیں۔" وہ آرام سے مسکراتے ہوئے بولا۔

"سڑا ہوا تھا تمہاری طرح۔"

"تم تو بہت کھلی ہوئی ہو نا' جل ککڑی نہ ہو تو۔" وہ اس کی چٹیا کھینچ کر آگے بڑھا تھا۔

"بس' بس میرے منہ مت لگو تم۔" رابعہ نے اسے تنبیہہ کی۔

"میں گندگی کے منہ نہیں لگتا۔"

"اچھا' تو اتنی دیر سے اور کیا کررہے ہو؟"

"جھک مار رہا ہوں' وقت ضائع کررہا ہوں اپنا۔" وہ چڑا تھا۔

"چلو کچھ تو پتا ہے کہ کیا کررہے ہو۔" وہ تمسخرانہ انداز میں ہنستی باورچی خانے کی طرف بڑھ گئی۔

"چائے پیو گے۔" جاتے جاتے مڑ کر پوچھا تھا۔

"ہزار بار کہا ہے کہ میں چائے نہیں پیتا' نہیں پیتا' تمہاری سمجھ میں نہیں آتا کیا؟" وہ غصے سے اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"نہیں۔" وہ اسے چڑانے والے انداز میں مسکرائی۔

وہ پاؤں پٹختا اپنے کمرے میں گھس گیا اور خالہ بی اپنے کمرے سے برآمد ہوئیں۔ سر پر دوپٹہ لپیٹ رکھا تھا۔ وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔

"مجال ہے جو سکون سے عصر کی نماز پڑھنے دو مجھے' تم دونوں بچے نہیں رہ گئے جو ہر وقت لڑتے جھگڑتے رہتے ہو۔ آنے دو فون تمہارے اماں' باوا کا' ان سے شکایت کروں گی کہ کیسی پھوہڑ اور لڑاکا اولاد بھیج دی میرے گھر' ان سے دو گھڑی سکون سے نہیں بیٹھا جاتا۔ یہ ساری زندگی کیا خاک ساتھ رہیں گے۔ ان کا تو کوئی اور ہی بندوبست کرنا پڑے گا۔ یہ بیل منڈھے چڑھنے والی نہیں ہے۔" خالہ بی چارپائی جھاڑتے ہوئے بڑبڑا رہی تھیں' رابعہ چائے کے دو کپ ٹرے میں رکھے باورچی خانے سے باہر نکلی۔

"خالہ' چائے۔"

"اے بی بی' چائے کے علاوہ بھی کبھی کچھ پکا کھالیا کرو' چائے پی پی کے چائے جیسا تو رنگ کرلیا ہے تم نے۔"

خالہ بی نے اسے خفگی سے دیکھتے ہوئے لتاڑا۔

"خیر خالہ' اب اتنی بری رنگت بھی نہیں ہے میری' گندمی رنگت ہے سونے کی طرح دمکتی ہوئی۔" وہ اتراتے ہوئے بولی۔

"ہونہہ' اپنے منہ میاں مٹھو۔" ارتضٰی پولیس کی وردی تبدیل کرکے براؤن رنگ کے شلوار قمیص میں ملبوس

کمرے سے باہر نکلا تو اس کی بات سن کر بولا۔

"تم بتاؤ...... چوری کھاؤ گے؟ میاں مٹھو۔" لہجہ اور سوال ذو معنی تھا۔

"یہ مہربانیاں کسی اور پہ کرو' مجھے بخشو۔" وہ چڑ کر ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"بخشے تو تم اپنے نیک اعمال پہ جاؤ گے' اگر تم نے کیے ہوں گے تو۔"

"تم کیا ناشتے میں کوے فرائی کرکے کھاتی ہو جو سارا دن کائیں کائیں کرتی رہتی ہو؟" ارتضٰی نے صحن میں لگے واش بیسن میں اپنا چہرہ دھوتے ہوئے سوال کیا۔

"خیر میں تمہارا ناشتہ تو نہیں ہڑپ کرتی' وہ تو یونہی تمہیں دیکھ کے زبان میں کھجلی سی ہونے لگتی ہے۔"

"اللہ جی نے اس لڑکی کو اچھی بھلی شکل دی' رنگ روپ دیا' دلکش آواز' نرگسی آنکھیں' ریشمی دراز زلفیں دیں' شنگرفی ہونٹ دیئے' کنول جیسے ہاتھ پاؤں دیئے اور پھر زبان دے کر سارے کیے کرائے پہ پانی پھیر دیا' کیا ہی اچھا ہوتا اگر رابعہ کم گو ہوتی آہاہ۔" ارتضٰی نے اسے بغور دیکھتے ہوئے دل میں سوچا۔

"چائے پی لو...... بہت مزے کی ہے۔" رابعہ نے دوبارہ پیشکش کی۔

"نہیں پیتا' کیا کرلو گی؟"

"میں خود ہی پی لوں گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔ وہ دانت پیستا ہوا اٹھ کر گھر سے باہر نکل گیا۔

❀......❀......❀

ارتضٰی' خالہ بی کی نند کے دیور کا بیٹا تھا اور رابعہ ان کی نواسی تھی۔ جس کا سن تھا' ماں باپ کو اس کی شادی کی فکر ستا رہی تھی۔ خالہ نے رابعہ کو اپنے گھر بلا لیا تھا کیونکہ ارتضٰی کا ٹرانسفر ان کے شہر میں ہوا تھا' وہ ایس ایچ او تھا۔ تھانے میں اس کی پوسٹنگ ہوئی تھی۔ خالہ بی اور خالو کی اولاد نہیں تھی جبھی انہوں نے گھر میں پرندے پال رکھے تھے۔

غزل

میں کسی اور کا ہوں اتنا بتا کر روئی
وہ مجھے مہندی لگے ہاتھ دکھا کر روئی
عمر بھر کی جدائی کا خیال آیا تھا شاید
وہ مجھے پاس اپنے دیر تک بٹھا کر روئی
اب کے نہ سہی ضرور حشر میں ملیں گے
یکجا ہونے کا دلاسہ دلا کر روئی
مجھ سے زیادہ بچھڑنے کا غم اس کو تھا
وقتِ رخصت وہ مجھے سینے سے لگا کر روئی
میں بے قصور ہوں قدرت کا فیصلہ ہے یہ
لپٹ کے مجھ سے بس وہ اتنا بتا کر روئی
مجھ پر ایک قرب کا طوفان ہوگیا ہے
جب میرے سامنے میرے خط جلا کر روئی
میری نفرت اور عداوت پگھل گئی ایک پل میں
وہ بے وفا ہے تو کیوں مجھ کو رلا کر روئی
سب شکوے میرے ایک پل میں بدل گئے وصی
جھیل سی آنکھوں میں جب آنسو سجا کر روئی

کامران خان...... کوہاٹ

انہوں نے ارتضٰی کو اپنے گھر ٹھہرا لیا تھا۔ اور خالہ بی نے رابعہ کو بلا لیا تھا تاکہ ارتضٰی اور رابعہ ایک دوسرے سے مل لیں' مزاج کو پرکھ سمجھ لیں' اور شادی کی بات بن سکے' مگر یہاں الٹا ہی معاملہ تھا۔ رابعہ ہواؤں سے لڑتی تھی' تو ارتضٰی بنا آگ کے جلتا رہتا تھا۔ وہ جتنا کم گو تھا' رابعہ اتنا ہی زیادہ بولتی تھی۔ وہ بہت باتونی تھی۔ سگھڑ تھی' مگر اپنا سگھڑاپا ظاہر نہیں کرتی تھی۔ ارتضٰی کو جان بوجھ کر چڑایا کرتی تھی' ابھی اسے یہاں آئے ایک ہفتہ ہی ہوا تھا کہ اس نے ارتضٰی جیسے خاموش طبع آدمی کو غصہ دلا کر بولنے' چیخنے پر مجبور کردیا تھا۔ خالہ بی کو ان کا پلان ناکام ہوتا نظر آرہا تھا۔ وہ دونوں تو ایک دوسرے سے ڈھنگ سے

بات کرنے کو راضی نہیں تھے تو بھلا نکاح کے لیے کیسے راضی ہوسکتے تھے۔

"سنا ہے محلے میں جو جوئے کا اڈا چل رہا تھا وہ تم نے بند کرادیا ہے' جواریوں کو رنگے ہاتھوں پکڑا ہے۔"

شام کو وہ گھر لوٹا تو رابعہ نے اسے دیکھتے ہوئے مدھم لہجے میں استفسار کیا۔

"ٹھیک سنا ہے تم نے۔" وہ اسے دیکھنے لگا۔

"تو اسی خوشی میں چائے ہوجائے۔"

"کتنی بار کہا ہے میں نے تم سے میں چائے نہیں پیتا' نہیں پیتا۔" وہ اسے گھورتے ہوئے تپے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تم پولیس والے ہوکر چائے نہیں پیتے' پولیس والے تو بہت چائے پیتے ہیں۔"

"میں نہیں پیتا۔"

"کیا کہا؟" رابعہ نے اپنا کان آگے کیا۔

"نہیں پیتا' نہیں پیتا۔" وہ چیخا تھا اب کے۔

"اچھا بابا مان لیا کہ نہیں پیتے' اس قدر تکرار کی کیا ضرورت ہے؟"

"تم جواونچا سنتی ہو۔"

"نہیں اچھا سنتی ہوں۔" رابعہ نے تصحیح کی۔

"اچھی لگتی بھی ہو۔" ارتضٰی نے اس کے دلکش سراپے کو دیکھا' دو دن سے وہ خوب صاف ستھری تیار نظر آرہی تھی اور گھر بھی صاف ستھرا نظر آرہا تھا۔ یہ تبدیلی اس کے لیے حیرت کا باعث تھی۔

"پھر کیا خیال ہے؟"

"کس بارے میں؟" ارتضٰی ٹھٹکا۔

"کچھ اچھا ہوجائے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" ارتضٰی الجھن آمیز نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم واقعی پولیس والے ہونا؟" رابعہ نے طنزاً پوچھا۔

"کوئی شک ہے کیا؟"

"شک نہیں ہے یقین ہے کہ تم نے غلطی سے پولیس کی وردی پہن لی ہے۔ ورنہ تم میں پولیس والوں جیسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ہاں میں کسی کو لوٹتا نہیں۔" وہ اطمینان سے بولا لہجہ ذو معنی تھا۔

"ہاں تم جیسے کو تو اپنے لٹنے کی خبر بھی نہیں ہوتی' تم جیسے تو خود ہی لٹ جاتے ہیں۔ اور پولیس والے..... وہ تو لوٹتے پہلے ہیں' پوچھتے بعد میں ہیں۔ چوروں' لٹیروں کو پولیس موبائل کا سائرن بجا بجا کر الرٹ کردیتے ہیں کہ ہم آرہے ہیں اپنا کام جلدی نبٹا کر نکل لو۔ مسلسل ہارن پہ ہارن دے کر بتاتے ہیں کہ بھاگ لو پھر نہ کہنا بتایا نہیں تھا۔"

رابعہ نے مسکراتے ہوئے مذاق اڑایا وہ بھی جانے کیوں اب کی بار غصے میں نہیں آیا تھا بلکہ مسکرا رہا تھا' اسے بہت توجہ سے دیکھ رہا تھا۔

"ویسے تم نے اب تک شادی کیوں نہیں کی؟"

رابعہ کے اس غیر متوقع سوال پر وہ ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگا۔

"کوئی اچھی لڑکی ملی ہی نہیں۔"

"ملی نہیں' یا راضی نہیں ہوئی۔" رابعہ نے مذاق سے کہا وہ ضبط کرگیا۔

"اچھی لڑکی تمہیں ملے گی بھی نہیں' مل بھی گئی تو تم سے شادی کے لیے راضی نہیں ہوگی۔" وہ بہت یقین سے کہتی اس کی جان جلاگئی۔

"کیوں......؟" ارتضٰی نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"کیونکہ بزدل' کمزور اور ڈرپوک مرد کو کوئی عورت پسند نہیں کرتی۔"

"شٹ اپ۔" وہ اس توہین پر سیخ پا ہوکر بولا۔

"تمہیں پولیس کے محکمے نے کیسے بھرتی کرلیا؟" وہ طنز کرنے سے باز نہ آئی۔

"پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ہمارا مجرموں سے پالا پڑتا ہے' عورتوں سے نہیں' وہاں مجرم' مجرم ہوتا ہے' مرد' عورت کی تمیز نہیں ہوتی۔" وہ اس کی طنزیہ گفتگو سے تنگ آکر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کبھی اپنے تھانے سے باہر نکل کے بھی دیکھو دنیا کتنی وسیع' کتنی حسین اور خوب صورت ہے' کبھی اس ہوّدی سے باہر نکل کر ادھر ادھر بھی جھانک لیا کرو کہ آس پاس کتنے رنگ بکھرے پڑے ہیں۔" رابعہ نے تاسف زدہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"دیکھ تو رہا ہوں' آس پاس' بکھرے رنگ اس سے زیادہ کی حاجت ہی نہیں ہے تو ادھر ادھر کیوں جھانکوں؟"

ارتضٰی نے سبز اور گلابی رنگ کے خوبصورت لباس میں رابعہ کے دلکش سراپے کو اپنی نگاہوں میں جذب کرتے ہوئے دل میں کہا۔

"مجھے سرکاری کوارٹر مل رہا ہے' میں جلد ہی وہاں شفٹ ہوجاؤں گا۔" ارتضٰی نے اس کی بات نظر انداز کردی اور اسے نئی خبر دی تو رابعہ کو دھچکا سا لگا۔

"اچھا! مبارک ہو۔" رابعہ نے رواداری نبھاتے ہوئے کہا۔

"خیر مبارک' جان چھوٹے گی میری تم سے' اتنا تو میں تھانے میں نہیں تھکتا جتنا تم کھپاتی ہو۔"

"ارتضٰی بیٹا! تم سچ مچ جارہے ہو۔" خالہ بی نے سنا تو اداس ہوگئیں۔

"جی خالہ! سچ پوچھیں تو میں آپ کی اس لاڈلی بھانجی کی وجہ سے جارہا ہوں' اور کچھ آپ کے پرندوں کی وجہ سے۔ رابعہ ان کے ساتھ مل کر اتنا شور مچاتی ہے کہ دماغ کی دہی بن جاتی ہے۔" ارتضٰی نے رابعہ کو چڑانے کے لیے سنجیدگی سے کہا۔

"سن رہی ہیں خالہ! شرم' لحاظ' مروت' رواداری تو نام کو نہیں ہے اس شخص میں' جس گھر میں اتنے دن کھایا' پیا' سویا' جاگا' ہنسا بولا اس میں سو کیڑے نکال رہا ہے۔ بندہ جھوٹے منہ شکریہ ہی ادا کردیتا ہے یہ تو جاتے جاتے بھی کڑوا ہی بولا۔"

رابعہ نے غصے سے چیخ کر کہا۔ خالہ بی افسردہ سی شکل لیے کھڑی تھیں۔

"تم تو جیسے گڑ کی ڈلی ہونا۔" ارتضٰی نے اسے چھیڑا۔

"میں کیا ہوں؟ یہ تو تمہیں وقت بتائے گا۔"

نبیلہ اسلام

آنچل کے قارئین کو میری طرف سے محبت بھرا سلام قبول ہو۔ جی تو قارئین میرا نام نبیلہ اسلام ہے' پیار سے "بیلا" کہلاتی ہوں۔ مابدولت 23 دسمبر 1994ء کو تشریف لائیں۔ میں تین سال سے آنچل کی خاموش قاری ہوں۔ پانچ بہنیں ہیں' میں دوسرے نمبر پر ہوں اور سیکنڈ ائیر کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ بیسٹ فرینڈ عندیلہ آپی ہیں اور باقی فرینڈز سمعیہ' کومل' سونم' عائشہ' آمنہ اور زارا ہیں۔ شاعری بہت پسند ہے' مہندی بہت اچھی لگالیتی ہوں۔ اب اچھی بُری عادات کا ذکر ہوجائے تو بُری عادت یہ ہے کہ غصہ بہت جلدی آتا ہے لیکن جلد ہی اتر جاتا ہے اور ہر کسی پر اعتبار کرلیتی ہوں۔ اچھی عادت یہ ہے کہ رحم دل ہوں کسی کو بھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی' مجھے دوستی کرنے کا بہت شوق ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ تم بولتی بہت کم ہو' بقول کومل "گم صم رہتی ہو" میں سب سے زیادہ پیار اپنے پاپا سے کرتی ہوں' پڑھائی میں اچھی ہوں' سائیکالوجی فیورٹ مضمون ہے۔ میری خواہش ہے کہ بہت پڑھوں کوکنگ کا بھی بہت شوق ہے' نت نئے کھانے بنانے کی کوشش کرتی ہوں اکثر اچھے بن جاتے ہیں۔ فیورٹ کلر براؤن' فیروزی اور پنک ہیں۔ جیولری میں رِنگز اور کانچ کی چوڑیاں پسند ہیں۔ میرا مشغلہ اچھی کتابیں پڑھنا ہے' جی تو قارئین آپ بور تو نہیں ہورہے بس تھوڑی دیر اور برداشت کرلیں' فیورٹ ناولز "تھوڑا سا آسمان" اور "ہم کہاں کے سچے تھے" آنچل میں اقراء صغیر احمد اور نازیہ کنول نازی بہت اچھا لکھتی ہیں پلیز قارئین آپ اپنی آراء سے ضرور آگاہ کیجیے گا کہ ہم سے مل کر کیسا لگا' اللہ حافظ۔

وہ اسے دیکھتی معنی خیزی سے کہتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"ارے اپنی چائے تو پیتی جاؤ۔" وہ پیچھے سے بولا۔

"تم پی لو۔" وہ غصے سے بولتی کمرے میں گھس گئی۔

"نہیں پیتا۔" وہ ہنسا۔

''ایک دن پیو گے اور مجھے یاد کرو گے۔'' وہ خود کلامی کرتی بستر پر ڈھے گئی۔

❁......❁......❁

رابعہ من ہی من میں اسے چاہنے لگی تھی اور اس نے نوٹ کیا تھا کہ ارتضٰی جتنا اس سے چڑتا تھا' اتنا ہی اسے چھپ چھپ کے' چور نظروں سے تکتا تھا۔ بات بے بات جھگڑنا' تو بس اس سے ہمکلام ہونے کے لیے' کچھ تو تھا اس کے دل میں جو وہ کہہ نہیں پا رہا تھا یا سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ اور بہت بے نیازی سے خوشی خوشی یہاں سے جا رہا تھا۔ رابعہ کی ماں کا فون آیا تھا۔ وہ بتا رہی تھیں کہ اس کے لیے بہت اچھا رشتہ آیا ہے اور لڑکا بینک میں ملازم ہے اچھی تنخواہ ہے' اپنا گھر ہے' وہ لوگ رابعہ کو دیکھنا چاہ رہے تھے۔ اس کی تصویر وہ دیکھ چکے تھے اور رابعہ انہیں بہت پسند آئی تھی' لہٰذا رابعہ کا خالہ بی کے ہاں مزید رکنا بے فائدہ تھا۔ سو رابعہ نے بوجھل دل کے ساتھ اپنا سامان باندھ لیا۔

بہت سا وقت گزر گیا' ارتضٰی نے ترقی کی کئی منازل طے کرلیں لیکن اس کا دل وہیں کہیں خالہ بی کے گھر کے کسی کونے میں کھو گیا تھا۔ ''چائے......چائے'' کی تکرار کرتی اس شوخ و شریر لڑکی کے سنہرے روپ میں گم ہوگیا تھا۔ لیکن اس کا انکشاف اور احساس ارتضٰی بیگ کو بہت دیر سے ہوا تھا۔ ''چائے'' سے وابستہ اس کی یاد ہر پل اس کا چین چرایا کرتی تھی۔ اور اب اسے بھی چائے پینے کی ایسی لت پڑی تھی کہ چھڑائے نہ چھٹتی تھی۔ پتا نہیں وہ رابعہ کی یاد میں ''چائے'' پیتا تھا' یا اسے بھلانے کے لیے چائے کا رسیا ہوگیا تھا۔ مگر اس کی بیوی اس کی اس عادت سے بہت تنگ تھی۔

''مجھ سے نہیں بنتی بار بار چائے۔ اپنی لاڈلی سے کہہ دیں وہ بنا دے گی۔'' پھر سے چائے کی فرمائش پر بیوی نے ٹکا سا جواب دیا۔

''پاپا' مجھے اور کچھ بنانا نہیں آتا صرف چائے بناتی ہوں' ابھی بنا کے لاتی ہوں۔'' چودہ سالہ رابعہ نے ارتضٰی کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے پھر سے ماضی کے جھروکوں میں کھونے لگا۔

''بہت عرصہ ہوا اک دن......!
بتایا تھا مجھے اس نے......
بنانا کچھ نہیں آتا......
اگر میں کچھ بناتی ہوں'
تو بس ''چائے'' بناتی ہوں
پیو گے نا؟
اور میں اس پر مسکراتا ہی رہا تھا
کہ بنانا کچھ نہیں آتا......!
بناتی ہو تو بس ''چائے''
مجھے چائے سے الجھن ہے
نہیں پیتا' نہیں پیتا
اور اب اس بات کو گزرے
زمانے ہوگئے کتنے
نہیں معلوم مجھ کو کہ
وہ کیسی ہے......؟
کہاں پہ ہے......؟
مگر اب ''چائے'' پیتا ہوں
بڑی کثرت سے پیتا ہوں
بڑی حسرت سے پیتا ہوں

''پاپا چائے''......رابعہ کی آواز نے ارتضٰی کو ماضی کی یادوں سے باہر نکالا۔

''رکھ دو۔'' اس نے مسکراتے ہوئے اپنی بیٹی کو دیکھا جس کا نام اس نے رابعہ رکھا تھا۔ کیوں......؟ یہ صرف وہی جانتا تھا۔ اس نے گہرا سانس خارج کیا اور چائے کا کپ اٹھا کر اپنے ہونٹوں سے لگالیا۔